



امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات

1272ھ تا 1340ھ

مفتی منیب الرحمن

امام احمد رضا قادری نور اللہ مرقدہ کثیر الجہات، جامع العلوم اور جامع الصفات شخصیت ہیں۔ وہ اپنے عہد کے عظیم مفتی، محدث، فقیہ، مؤرخ اور مصلح تھے، خانہ ساز تاریخ کی ستم ظریفی یہ ہے کہ ان پر شرک و بدعت اور فروغ منکرات کا الزام لگا، طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا، لیکن یہ سب انتہامات و الزامات مفروضوں کی بنیاد پر عائد کیے گئے، نہ کوئی حوالہ دیا گیا اور نہ ہی اُن کے فتاویٰ اور تصانیف کو پڑھنے کی کوشش کی گئی، گویا:

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا وہ بات اُن کو بہت ناگوار گزری ہے

الہست و جماعت کو قبوری اور قبر پرست کہا جاتا رہا، امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: ”مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے روا نہیں، اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرکِ مُہین و کفرِ مُہین اور سجدہ نَجیہ (تعظیمی) حرام و گناہِ کبیرہ بالیقین، اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین، ایک جماعتِ فقہاء سے تکفیر منقول۔“

سجدہ عبادت تو بہت دور کی بات ہے، اُنہوں نے سجدہ تعظیمی کے حرام ہونے پر قرآن و سنت کی نصوص سے استدلال کر کے ”الزُّبْدَةُ الزَّيْطِيَّةُ لِتَحْرِيمِ السُّجُودِ التَّحِيَّةِ“ کے نام سے ایک باقاعدہ رسالہ لکھا۔ آپ نے فقہ حنفی کے مُسلمہ فتاویٰ و ائمہ اُحناف کے حوالے سے لکھا: ”عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین پُجّو مناجرام ہے اور پُجّو منے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گناہگار، کیونکہ یہ بت پرستی کے مُشاہد ہے، مزید لکھتے ہیں: ”زمین بوسیِ حقیر سجدہ نہیں کہ سجدے میں پیشانی رکھنا ضرور ہے، جب یہ اس وجہ سے حرام اور مُشاہد بت پرستی ہوئی کہ صورتِ قریبِ سجود ہے، تو خود سجدہ کس درجہ سخت حرام اور بت پرستی کا مُشاہدہ تام ہوگا، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔“

مزید لکھتے ہیں: ”مزارات کو سجدہ (تعظیمی) یا مزار کے سامنے زمین چومنا حرام اور حدِ رکوع تک جھکنا ممنوع، اولیائے کرام کے مزارات کی بات تو چھوڑیے، وہ لکھتے ہیں: ”زیارتِ روضۃ انور سید اطہر ﷺ کے وقت نہ دیوارِ کریم کو ہاتھ لگائے، نہ پُجّو، نہ اُس سے چمچے، نہ طواف کرے، نہ زمین کو چومے کہ یہ سب قبیح بدعات ہیں۔“ شرح لباب کے حوالے سے لکھا: ”رہا مزار کو سجدہ، تو وہ حرام قطعی ہے، زائرِ جاہلوں کے فعل سے دھوکہ نہ کھائے، بلکہ علماء باعمل کی پیروی کرے، مزار کو بوسے میں (علماء کا) اختلاف ہے اور چھوٹا، چمٹنا اُس کی مثل، احوط (شریعت کا محتاط ترین حکم) منع اور علّت (یعنی ممانعت کا سبب) خلاف ادب ہونا۔“ فقہی حوالے کے ساتھ مزید لکھا: ”مزار کو

سجدہ (تعظیمی) تو درکنار، کسی قبر کے سامنے اللہ تعالیٰ کو سجدہ جائز نہیں، اگرچہ قبلے کی طرف ہو (یعنی یہ بت پرستی کے مشابہ ہے)۔ قبرستان میں نماز مکروہ، کہ اس میں کسی قبر کی طرف رخ ہوگا اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے، البتہ قبرستان میں مسجد یا نماز کا چبوترہ بنا ہو، تو اس میں حرج نہیں ہے۔ قبر کی اونچائی کی بابت ان سے سوال ہوا تو لکھا: ”خلاف سنت ہے، میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ اور بھائی کی قبریں دیکھیے، ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی۔“

امام احمد رضا قادری سے مزارات اولیائے کرام کے طواف کی بابت سوال ہوا، تو انہوں نے لکھا: ”بلاشبہ بیت اللہ کے علاوہ روضہ رسول سمیت قبور کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو (تعظیماً) سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور یوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور محتاط ترین قول ممانعت کا ہے، خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو، یہی ادب ہے، پھر جو منا کیسے مٹھو رہو سکتا ہے، عوام کو اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔“

امام احمد رضا سے سوال ہوا: بعض وظائف میں آیات اور سورتوں کو معکوس (الٹ) کر کے پڑھنا کیسا ہے؟، انہوں نے فرمایا: ”حرام اور اشدّ حرام، کبیرہ اور سخت کبیرہ (گناہ)، کفر کے قریب ہے، یہ تو درکنار سورتوں کی صرف ترتیب بدل کر پڑھنا، اس کی نسبت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کیا ایسا کرنے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ اس کے قلب کو الٹ دے، چہ جائے کہ آیات کو بالکل معکوس (الٹ) کر کے مہمل (بے معنی) بنا دینا۔“

آج کل جاہل پیروں میں ہوتے ہیں، دین کے علم سے بے بہرہ ہیں، اپنی جہالت کا جواز اس طرح کی باتیں بنا کر پیش کرتے ہیں کہ طریقت باطنی اور روحانی اسرار و رموز کا نام ہے، علماء تو صرف الفاظ اور ظاہر کو جانتے ہیں، اُن کے دل نور سے خالی ہیں، گویا طریقت اور شریعت کو ایک دوسرے کی ضد قرار دیتے ہیں، امام احمد رضا قادری نے لکھا: ”شریعت اصل ہے اور طریقت اُس کی فرع، شریعت مَنع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا، طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے، شریعت ہی پر طریقت کا مدار ہے، شریعت ہی اصل کار اور محکم و معیار ہے، شریعت ہی وہ راہ ہے، جس سے وصول الی اللہ ہے، اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا، اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور پڑے گا، طریقت اس راہ کا روشن ٹکڑا ہے، طریقت کا شریعت سے جدا ہونا محال و نامناسب ہے۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے، شریعتِ مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے، وہ حقیقت نہیں، بے دینی اور زندقہ ہے۔“ امام اہلسنت سے سوال ہوا: ایک شخص شریعت کا عامل نہیں ہے، احکام شریعت کا تارک ہے، اُس کا مؤاخذہ کیا جائے تو کہتا ہے: ”احکام شریعت تو وصول اللہ کا ذریعہ ہیں اور میں تو اصل ہو چکا ہوں، یعنی منزل حق پر پہنچا ہوا ہوں، لہذا میں اب احکام کا جواب دہ نہیں ہوں، انہوں نے جلیل القدر ائمہ تصوف کے حوالے سے لکھا: ”ہاں! اصل (پہنچا ہوا) تو ضرور ہے، مگر جہنم میں، مزید لکھتے ہیں: ”صوفیہ کرام فرماتے ہیں: بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے، اُس کی باگ ڈور شیطان کے ہاتھ میں ہے، وہ اُسے اپنی راہ پہ چلاتا ہے، حدیث میں ہے: ”بغیر فقہ کے عابد بننے والا ایسا ہے، جیسے چکی میں گدھا، کہ محبتِ شائقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔“

لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں ”دین میں ایسی چیز اختراع کرنا، جس کی اصل دین میں نہ پائی جائے، بدعت ہے، یعنی ہر وہ چیز جو کسی دلیل شرعی کے معارض ہو، بدعتِ شرعیہ ہے۔“

امام احمد رضا سے سوال ہوا: کیا فلاحِ آخرت کے لیے مُرہِد ضروری ہے، انہوں نے جواب میں لکھا: یہ ضروری نہیں ہے، ایک



مُرہد عام ہوتا ہے، فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن، اس مُرہد سے چارہ نہیں، جو اس سے جدا ہے، بلاشبہ کافر ہے یا گمراہ اور اس کی عبادت تباہ و برباد۔ اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا: عوام کا رہنما: کلام علماء، علماء کا رہنما: کلام ائمہ، ائمہ کا رہنما: کلام رسول اور رسول اللہ کا رہنما: کلام اللہ۔ شیخ ایصال اور مُرہد کامل کے لیے انہوں نے چار کڑی شرائط بیان کی ہیں، جن پر لفظاً و معنی پورا اترنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، انہوں نے بیعت کا معنی و مفہوم، بیعت کی اقسام ثلاثہ (بیعت برکت، بیعت ارادت اور بیعت منفعت) کی تفصیل اور احکام بیان کیے ہیں، جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

آپ سے سوال ہوا: کیا فرضی مزار بنانا، اس پر چادر چڑھانا، فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سادب کرنا جائز ہے، آپ نے جواب میں لکھا: ”یہ ناجائز اور بدعت ہے، اگر کوئی بزرگ کسی کو خواب میں مزار بنانے کا حکم دے، تو ایسے خوابوں کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔“ بعض لوگ مستحبات میں مشغول ہو کر فرائض کو نظر انداز کر دیتے ہیں، آپ نے فوج الغیب کے حوالے سے لکھا: ”ایسے شخص کی سنتیں اور نوافل قبول نہیں ہیں۔“ آپ سے پوچھا گیا: کیا اللہ تعالیٰ کو عاشق اور نبی کریم ﷺ کو معشوق کہنا جائز ہے، آپ نے جواب میں لکھا: ”عشق کے معنی اللہ تعالیٰ کے لیے محال قطعی ہیں، قرآن و سنت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہے اور شرعی ثبوت کے بغیر اللہ کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال قطعاً منع ہے، (فتاویٰ رضویہ، ج: 21، ص: 114)۔“ کئی لوگ ہیں جن کی آمدنی حرام کی ہے، لیکن وہ عاشق رسول بن کر محافل منعقد کرتے ہیں، لنگر چلاتے ہیں، پیسا لٹاتے ہیں، ان کی بابت آپ سے سوال ہوا تو آپ نے لکھا: جو حرام مال پر نیاز دیتا ہے اور کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ قبول فرماتے ہیں، اس شخص کا یہ قول صراحۃً غلط اور باطل ہے، لکھا: زہرا مال حرام قابل قبول نہیں، نہ اسے راہ خدا میں صرف کرنا روا، نہ اُس پر ثواب، بلکہ نرا وبال ہے۔“

وعظ و تذکیر نہایت عمدہ بات ہے، سنت رسول ہے، اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے، مگر اس کی بنیاد قرآن و حدیث، سلف صالحین اور اکابر امت کے فرمودات پر ہونی چاہیے، ہر دور میں واعظین لوگوں کے دلوں کو مائل کرنے کے لیے روایتیں، قصے اور کہانیاں وضع کرتے رہے ہیں، اسی لیے موضوعات پر کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ صرف مستند اور باحوالہ روایات بیان کرنی چاہئیں، لوگوں کے ذوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی رضا کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ آج کل ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کو قرآن و سنت سے جوڑ کر رکھا جائے، کیونکہ ایک طرف تو لبرل ازم کے نام پر اباحت کلی کا کلچر پروان چڑھ رہا ہے اور دوسری جانب رُشد و ہدایت کے منصب پر غیر متشرع، غیر متدین اور آوارہ منش لوگ از خود فائز ہو گئے ہیں اور اُن کے ہاں بے عملی اور بے راہ روی کا ماحول پروان چڑھ رہا ہے، اگر شریعت کی رو سے گرفت کی جائے تو کرائے پر علماء دستیاب ہیں جو کہیں نہ کہیں سے حوالہ نکال لائیں گے، اس لیے امام اہلسنت نے لکھا:

”واعظ کے لیے صحیح العقیدہ اہلسنت ہونا چاہیے، اُسے عالم ہونا چاہیے، جاہل کا وعظ کرنا ناجائز ہے، بلکہ حدیث پاک میں اس کی بابت وعید آئی ہے: ”اللہ تعالیٰ علم حق کو یونہی بندوں کے درمیان سے اٹھا نہیں لیتا، بلکہ علمائے حق کے اٹھ جانے (اور اُن کا بدل نہ ہونے) کے سبب اللہ تعالیٰ علم کو اٹھا لیتا ہے یہاں تک کہ جب کوئی عالم حق باقی نہ رہے تو لوگ جاہلوں کو اپنا (مذہبی) پیشوا بنا لیتے ہیں، پھر لوگ اُن سے شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں اور وہ جہل پر مبنی فتوے دیتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، (صحیح البخاری: 100)۔“